B.A, Part-1, (General / MB)

Poetry

Topic: Nazeer Akbarabadi

Notes By:

Dr. Masroor Ahmad Haidri,

Department of Urdu,

J.K College, Biraul, Darbhanga

نظیر اکبر آبادی کی نظم نگاری

سید ولی محمد نظیر کی پیدائش 1740 کو دہلی میں ہوئی اور 16 / اگست 1830 میں 90 سال کی عمر میں آگرہ میں وفات پائی۔ والد کا نام محمد فاروق تھا۔ نظیر کا دور بہت پر آشوب دور تھا۔ نادر شاہ درانی اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے دہلی کو برباد کر دیا تھا ان حالات میں ان کی والدہ دہلی چھوڑ کر آگرہ آ گئیں۔ نظیر کی ابتدائی تعلیم عربی و فارسی میں ہوئی۔ بچپن اور جوانی بہت فارغ البالی اور خوشحالی میں گزری۔ ہر قسم کی تفریحات میں دل کھول کر حصہ لیا جس کے سبب ان کے کلام میں بچپن کے کھیل تماشوں، تہواروں کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ پتنگ بازی، کبوتر بازی، بٹیر بازی، کبڈی، شطرنج وغیرہ سے انھیں خوب لگاؤ تھا اور اس کا ذکر ان کی شاعری میں جا بجا ملتا ہے۔ نظیر اکبر آبادی بہت پُر گو اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے کلام کی انفرادیت ہی ان پہچان ہے۔

نظیر ہر اعتبار سے ہندوستانی شاعر ہیں۔ وہ ہندوستان کے باشندے ہیں اور انھیں اپنے ہندی ہونے پر فخر ہے۔ نظیر کی زبان اردو ہے اور اسی زبان کو اظہار کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ عربی فارسی اور ترکی زبانوں کو وہ بدیشی زبانیں سمجھتے تھے اس لیے وہ ان زبانوں کے ثقیل اور مشکل الفاظ کے استعمال سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ انھیں ہندوستان کی ہر چیز سے لگاؤ اور محبت ہے یہی سبب ہے کہ انھوں نے ہندوستان کے دریا، پہاڑ، مناظرِ فطرت، ہندوستان کی برسات، میلے ٹھیلے، دیوالی، بسنت، تل کا لڈو، ککڑی، تربوز، ریچھ کا بچہ وغیرہ جیسے موضوعات پر طبع آزمائی کی، جو اس

عہد کے شاعرانہ مزاج کے لیے بالکل جداگانہ تھا لیکن نظیر کو اپنے وطن کی سرزمین سے اس قدر عقیدت تھی کہ انھوں نے یہاں کی تمام چیزوں کو موضوعِ سخن بنانے میں قباحت محسوس نہیں کی۔

نظیر جدید اردو نظم کے موجد مانے جاتے ہیں۔ وہ جدید نظم جس کو آگے چل کر حالی اور آزاد نے فروغ دیا، نظیر اس کی بنیاد بہت پہلے رکھ چکے تھے۔ حالاں کہ نظیر کے دور میں شاعری زلف محبوب ورخسار اور گل وبلبل کے نغموں میں اسیر تھی اور فارسیت نے اردو کو اپنے شکنجے میں پوری طرح جکڑ رکھا تھا۔ موضوع اور زبان دونوں میں فارسی کا اثر غالب تھا۔ لیکن نظیر وہ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے عام ڈگر سے ہٹ کر شاعری کو عوامی رنگ اور نچلے طبقے کے لوگوں کے مسائل کے لیے استعمال کیا اور انھیں کی زبان میں کلام کیا۔

نظیر کی تشبیہات واستعارات خالص ہندوستانی ہیں۔ مناظرِ فطرت اور چیزوں کی مثالیں ہندوستانی زندگی پر مبنی ہیں۔ چونکہ نظیر خالص عوامی شاعر ہیں اس لیے انھوں نے اس زمانے کی معاشرت کے ہر پہلو کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ نظیر کے تمام تر موضوعات، انسان، اس کی زندگی، اس کے مسائل اور معاشرت کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ بنی نوع انسان کی ان کے نزدیک خاص اہمیت ہے۔ ایک طرف وہ انسان کو جرم وخطا کا پتلا سمجھتے ہیں جو قدم قدم پر بہک جاتا ہے دوسری طرف وہ دنیا کی رنگا رنگی اور نظر فریبیوں سے بھی خوب واقف ہیں اور ان سے دل کھول کر لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایسے ماحول میں وہ انسان کی خطاؤں اور غلطیوں کو سزا کا مستحق نہیں سمجھتے بلکہ اس کی کمزوریوں پر افسوس کرتے ہیں۔

نظیر اکبرآبادی کا کمال یہ ہے کہ وہ دنیا کے مختلف مشاغل اور کھیل تماشوں کا احوال اس مزے سے بیان کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچوں کی طرح خود بھی ان افعال میں شریک ہیں، معمولی معمولی چیزوں کو ایسی دلچسپ تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ تعریف کیے بغیر نہیں رہا جاتا۔ چوں کہ وہ بچپن میں ان کھیلوں سے لطف اندوز ہو چکے تھے، اس لیے وہ ان کے ذاتی میلان کا نتیجہ ہی ہے کہ وہ ان ساری چیزوں کو نہایت عمدگی پیش کر دیتے ہیں۔ ان کی زبان وبیان دلکش اور سادہ ہے۔ نظیر میں مذہبی تعصب بالکل نہیں تھا۔ انھوں نے ہندو مذہب، اس کے تہواروں اور رسوم پر بھی بہت سی نظمیں لکھیں ہیں۔ ان نظموں میں نظیر نے ہندو مذہب اور ان کے رسوم و عقائد پر گہرائی سے نظر ڈالی ہے جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ہندو مذہب اور اس کے عقائد سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ ان کے کلام میں مقامی رنگ پیدا ہو گیا ہے جسے گنگا جمنی تہذیب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہمارے اردو شعرا کے یہاں یہ مقامی رنگ کم ہی پایا جاتا ہے۔ نظیر کی زبان، موضوع اور خیالات منفرد اور

اچھوتے ہیں جو مقامی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

نظیر اکبرآبادی کے عہد تک آتے آتے اردو کی ادبی زبان مخصوص صورت اختیار کر چکی تھی اور حالات و واقعات کے زیر اثر اسلوب اور موضوعات کی وجہ سے غزل بے وقت کی راگنی بن چکی تھی۔ اس دور میں ایسے صنفِ سخن کی اشد ضرورت تھی جو انسان اور اس کے مسائل اور موضوعات کو تسلسل کے ساتھ مکمل طور پر بیان کرنے کی قدرت رکھتی ہو اس لحاظ سے نظیر کی شاعری اس گھٹن کی فضا میں ایک تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوئی۔ نظیر نے غزلیں بھی کہیں۔ ان غزلوں میں بھی مقامی رنگ کی آمیزش ہے۔ انھوں نے ان غزلوں کے عنوان بھی مقرر کیے جن کے اشعار میں ایک ہی مضمون تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ان کی شہرت غزل کی بنا پر نہیں بلکہ نظموں کی وجہ سے ہوئی۔ انھیں زبان پر قدرت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں الفاظ کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ بقول نیاز فتح پوری ''الفاظ کے ذخیرے کے سلسلے میں اردو کا کوئی شاعر اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا'' ان کی قادرالکلامی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے مشکل سے مشکل زمینوں میں مضامین نکالے ہیں۔ یہ وصف انھیں نظم گو شعرا میں بلند مقام عطا کرتی ہے۔

نظیر کے یہاں موضوعات میں فلسفہ، تصوف، نفسیات، حقائق اور اخلاق کا اظہار ہی نہیں ملتا بلکہ ان کے یہاں زندگی کے دیگر مسائل بھی جلوہ گر نظر آتی ہے۔ نظیر نے اپنے آپ کو اس پستی سے محفوظ رکھا۔ جہاں تک سادگی، صفائی اور اثر کا تعلق ہے محمد حسین آزاد اور شبلی، دونوں حضرات نظیر؟ کے اشعار کو میر کا ہم پلہ کہتے ہیں۔

نظیر کی نظموں میں ظریفانہ شوخیاں، معرفتِ الٰہی، اخلاقیات اور پند و نصائح بھی ملتے ہیں۔ مثلاً ان کی نظمیں حضرت علی کی کرامات خیبر کی لڑائی، لیلیٰ مجنوں، فاختہ وغیرہ نظمیں جملہ خصوصیات کی حامل ہیں۔ اخلاقیات کے ضمن میں مذمتِ دنیا، خوابِ غفلت، مکافاتِ عمل وغیرہ مشہور نظمیں ہیں۔ 'بنجارہ نامہ' ان کی بہت مشہور و معروف نظم ہے جس میں انھوں نے دنیا کی بے ثباتی و ناپائیداری کو بہت ہی موثر پیرائے میں بیان کیا ہے، جو دلوں کو چھو کر ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔

نظیر کو مناظرِ فطرت کی مصوری میں بھی کمال حاصل ہے۔ انھوں نے ہندوستانی تہذیب و تمدن کی تصویریں نہایت مکمل اور عمدگی سے پیش کی ہیں۔ چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کی شاعری کا محور زندگی اور زندگی کے حادثات و تفریحات ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔